سلسلہ مطبوعات -2

دین کے معاشی نظام میں

محنت کی قدر و اہمیت

حضرت مفتی عبدالخالق آزاد مدظلہ

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

بسم اللہ

دین کے معاشی نظام میں

محنت کی قدر و اہمیت

عالمگیر حرکت پذیری

کائنات کی پر فسوں حرکت پذیری کا مشاہدہ کرنے سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ یہاں کی ہر چیز ایک ہمہ گیر نظام کی وسعتوں میں گم ہے۔ جس کے بغیر ہر لحظہ اور ہر آن بدلتی اور تغیر پذیر دنیا' اپنی معنویت کا پورے طور پر احساس نہیں کر سکتی۔ ہمارے سامنے اس کی معنی خیزیت اسی وقت صحیح طور پر اجاگر ہو سکتی ہے جب کہ اس حرکت پذیر وسیع نظام کی حقیقت کی اہمیت کو تسلیم کیا جائے۔

آج کے دور میں یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کو کسی دلیل سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں' سائنس کی یکے بعد دیگرے اختراعات و ایجادات' اور انسانی ذہن کی تگ و تاز نے انسان کو یہ باور کرانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی کہ دنیا کی کوئی چیز بغیر کسی نظام اور ڈسپلن (Discipline) کے اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتی اور اجتماعی نظام کی حرکت پذیری سے ہٹ کر ہر چیز فنا کے گھاٹ اتر جاتی ہے۔

اور یوں خدائے تعالیٰ کی کارسازی کا یقین مزید پختہ اور گہرا ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ حرکت کے ایک مسلسل عمل کے نتیجے میں کائنات کا نظام شمسی' کس طرح اپنا وجود برقرار رکھے ہوئے ہے' سورج کی مرکزیت سے لے کر نیپچون اور پلوٹو کی دوریوں تک ہر ایک سیارہ اپنے محور میں مسلسل حرکت پذیری کے عمل سے گزر رہا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم بھی اس مشاہدہ کی تصدیق کرتا ہے۔۔

"ارشاد خداوندی ہے"

" لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر و لا الیل سابق النھار و کل فی فلک

یسبحون "سورہ یسین ایت نمبر ۴۰"

نہ تو آفتاب کے اختیار میں ہے کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ ہی رات کے بس میں ہے کہ دن سے پہلے ظاہر ہو جائے اور تمام اجرام سماویہ اپنے اپنے دائروں کے اندر پھر رہے ہیں۔

اگر ایک منٹ اور سیکنڈ کے لئے حرکت کا یہ عمل تعطل کا شکار ہو جائے' تو دن رات کا سارا نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے گا اور اس طرح کائنات کا وجود ختم ہو کر رہ جائے گا۔

کائنات کے بارے میں یہ سائنسی تجزیہ ہمیں یہ باور کرانے میں مدد دیتا ہے کہ دنیا میں حرکت کا ایک مسلسل عمل جاری رہنا از حد ضروری ہے اور یہ ایک ایسا قانون فطرت ہے کہ جس کے بغیر اس دنیا کا وجود بے معنی اور غیر ضروری ہو کر رہ جاتا ہے۔

محنت و عمل کا قانون اور انسان

انسان اس دنیا کا ایک ایسا معزز ترین فرد ہے کہ جس کے وجود کی بدولت کائنات کی دوسری اشیاء وجود پذیر ہوئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی تمام اشیاء حضرت انسان کے لئے مسخر کر دی گئی ہیں۔ ایسی صورت میں جب کہ قانون فطرت کائنات کے پورے نظام میں جاری و ساری ہے' اس سے بھلا حضرت انسان کس طرح باہر رہ سکتا ہے۔ لہذا محنت و عمل کا قانون فطرت' انسانی زندگی کی بقا کے لئے بطور ضمانت ضروری قرار پایا' چنانچہ اس قانون سے باہر کبھی بھی انسانیت فلاح یا کامیابی نہیں پا سکتی۔ اس قانون پر عمل کر کے ہی وہ امن و سکون کی زندگی بسر کر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تخلیق انسانیت کے وقت سے ہی انسان کے اندر محنت و عمل کا یہ فطری قانون رکھ دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

"لا اقسم بھذا البلد و انت حل بھذا البلد' و و لد و ما و لد لقد خلقنا الانسان فی کبد" (سورہ البلد)

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی اور آپ کے لئے اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے اور قسم ہے باپ کی (آدم) اور اولاد (انسانیت) کی کہ ہم نے انسانوں کو بڑی محنت

اور مشقت میں پیدا کیا-

اس آیت میں اللہ پاک مکہ مکرمہ اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جنگ و قتال کے جواز جیسے بڑے اہم ترین امور کی قسم اٹھاتے ہیں - اور پھر انسانی نسل کی پیدائش میں اہم کردار ادا کرنے والی ہر وہ ذات 'جسے والد یا باپ کے نام سے پکارا جاتا ہے کی قسم اٹھاتے ہیں اور پھر اس پر بس نہیں - بلکہ کل اولاد آدم کی قسم اٹھا کر ارشاد فرماتے ہیں کہ انسانی زندگی جہد و مشقت سے عبارت ہے - انسانی زندگی کا محنت اور مشقت کے بغیر ہونا' اپنی وجہ تخلیق سے انحراف ہے اور قانون فطرت سے انحراف دراصل اپنے وجود کو ختم کر دینے کے مترادف ہے-

انسانیت کا مرکزی نظام ------ دین

انسانی زندگی کے علاوہ' دوسری اشیائے کائنات کا مشاہدہ کرنے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ یہ تمام چیزیں ایک لگے بندھے قانون اور سسٹم (System) پر مسلسل عمل کر کے ہی اپنے فرائض پوری تندہی سے انجام دے رہی ہیں - چنانچہ عقل کا تقاضہ ہے کہ انسانی زندگی کے لئے بھی کوئی ایسا قانون فطرت اور سسٹم ہونا ضروری ہے کہ جس پر انسانیت مصروف عمل رہ کر اپنے وجود کو تر و تازگی بخشے' اور محنت و عمل کی فطری صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر انسانی زندگی کے ارتقاء کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکے -

یہ قانون جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے "وہ "دین" ہے - جو کہ تمام انبیاء نے انسانیت کے سامنے پیش کیا اور پھر آخری نبی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دین کی تکمیل فرمائی ا . ر اس طرح پوری انسانیت کی فلاح و کامیابی کا قانون (دین) اس دنیا میں نافذ فرما دیا اور یوں ہر دور کے سلگتے مسائل کا حل اس دین نے اس طرح کیا کہ انسانیت واپس اپنی فطرت پر لوٹ ' . امن و سکون کی زندگی گذارنے کے قابل ہو گئی -

دین کی بنیاد محنت و عمل

جس طرح بشمول انسانیت پوری کائنات میں قانون حرکت و عمل جاری و ساری ہے۔ اسی طرح جو قانون دین انسانی زندگی کی فلاح و کامیابی کے لئے ترتیب دیا گیا ہے' وہ بھی اس عالمگیر قانون محنت و عمل سے جدا نہیں رہ سکتا۔ لہذا دین فطرت کے نفوذ کے لئے بھی انسانی زندگی میں حرکت اور محنت کا ایک مسلسل عمل ضروری ہے' تاکہ زندگی' پانی کے ایک مسلسل دھارے کی شکل بہتی رہے' اور ہر قسم کی گندگیوں سے پاک و صاف رہے' اور کبھی بھی رک کر' اور جمود اختیار کر کے سڑے ہوئے پانی کی طرح بدبو دار نہ بننے پائے۔ یہی وجہ ہے کہ دین فطرت نے انسانی زندگی کی نجات اور فطری ارتقاء کے لئے "عمل" کو' اولین ترجیح دی ہے اور قرآن نے جابجا اس کی اہمیت کو اس انداز میں اجاگر کیا ہے۔

"ان الذین امنو و عملو الصلحت اولئک ہم خیر البریتہ" (سورہ البینہ)

جنہوں نے ایمان قبول کیا اور عمل صالح کیا وہی بہترین مخلوق ہیں۔

یعنی نظریہ کے مطابق عمل و محنت سے ہی انسانیت ترقی کے بام عروج پر پہنچ سکتی ہے۔ ورنہ نہیں۔

دین کے ہر شعبے میں محنت و عمل ضروری ہے

اب یہ محنت و عمل' دین کے کسی خاص حصے اور شعبے کے ساتھ مخصوص نہیں' بلکہ اس کے تمام شعبوں میں اس قانون کا عمل دخل ہے' یہی وجہ ہے کہ دین اسلام کا خواہ کوئی شعبہ ہی کیوں نہ ہو' خواہ اس کا تعلق عبادات' معاملات اور معاشرت سے ہو یا سیاسیات اور اقتصادیات سے' غرضیکہ ہر شعبہ میں محنت و عمل کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ محنت و عمل کے بغیر ان میں سے کوئی شعبہ بھی قائم نہیں ہو سکتا۔'

محنت و عمل صحیح سمت میں

پھر ان تمام شعبوں میں محض محنت و عمل ہی کافی نہیں - بلکہ وہی محنت و عمل صحیح اور درست طور پر نتیجہ خیز ہو سکتی ہے - جو صحیح سمت میں ہو' چونکہ انسان کے علاوہ باقی اجزائے کائنات میں عقل و شعور نہیں ہے اس لئے جب تک اللہ تعالیٰ نے اس نظام کائنات کو برقرار رکھنا ہے' اس وقت تک ان کا عمل اس مقررہ سمت پر ہی ہو گا - جس پر ان کی تخلیق ہوئی ہے اس سے انحراف ناممکن ہے - لیکن حضرت انسان دوسری تمام چیزوں سے ممتاز ہو کر عقل و فکر سے نوازا گیا ہے اور اس کو ایک پروگرام دے کر صحیح اور غلط سمت کا تعین بھی کر دیا گیا ہے اس لئے اس کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ اگر وہ صحیح سمت پر اپنے عمل کو جاری رکھے گا تو کامیابی اس کے قدم چومے گی - اور اگر غلط سمت کا رخ کر لیا گیا' تو پھر ایک وقت تک اس کو من مانی کرنے کی طاقت ہے - لیکن زیادہ دیر نہیں بلکہ دنیا میں ہی انقلاب برپا کر کے اس کو دوبارہ صحیح سمت پر ڈالنے کی سعی کی جائے گی - اور اگر صحیح سمت پر چلنا نہیں چاہتا تو فنا کر دیا جائے گا - چنانچہ قوموں کا عروج و زوال' انقلابات عالم اس پر ایسی واضح دلیل ہیں کہ مزید کسی دلیل اور وضاحت کی ضرورت نہیں -

معاشیات اور محنت کی قدر و اہمیت

یوں تو آج کے دور کا تقاضہ یہ ہے کہ دین کے حوالے سے' انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں محنت و عمل کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے - لیکن چونکہ اس دنیا میں انسانی زندگی کے وجود کے لئے معیشت بنیادی حیثیت رکھتی ہے اور ویسے بھی بقول حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمتہ اللہ علیہ موجودہ دور اقتصادیات اور معاشیات کا دور ہے' اس لئے وقت کا تقاضہ ہے کہ دین فطرت کے معاشی نظام میں "محنت" کی قدر و اہمیت پر روشنی ڈالی جائے - حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا اقتباس درج ذیل ہے فرماتے ہیں -

"آج کا دور سیاسی، معاشی اور مختلف نظریات کی سیاستوں اور معاشی فلسفوں کے غلبہ کا ہے، مذہب بن رہے ہیں تو سیاسی، اور معاشی، پارٹیاں بن رہی ہیں تو سیاسی، مسائل پیدا ہو رہے ہیں تو سیاسی اور معاشی ان حالات میں جب تک کسی دینی مسئلے کو سیاسی چاشنی کے ساتھ پیش نہ کیا جائے، تو وہ عوام کے لئے قابل التفات نہیں ہوتا، اس لئے ضرورت ہے کہ ان مسائل کو حل کرنے کے لئے، اسلام کو سیاسی اور معاشی رنگ کے دلائل سے پیش کیا جائے، یہ سیاسی رنگ اسلام کے حق میں کوئی بیرونی رنگ نہ ہوگا، بلکہ اسی کے اندر کا ہوگا"۔ حالات محرک ہوں گے اور ان کے فطری اور طبعی قسم کے معاشی اور سیاسی پیکر، اس تحریک سے نمایاں ہو کر اسلام ہی کی سیاست و معیشت کو نمایاں کریں گے، اگر اس میں (اسلام میں) سیاست و اجتماعیت کے اصول و قوانین نہ ہوتے تو صدیوں تک اس کی وہ مثالی حکومتیں دنیا میں نہ چل سکتیں جنہوں نے دین و دیانت کے غلبہ کے ساتھ، سیاسی حکمرانی کے فرائض بھی سرانجام دیئے اور آج بھی مسلم حکمرانوں کی بود و نابود۔ اسی دور کی مستحکم فرماں روائیوں کے ثمرات ہیں۔[1]"

حضرت قاری صاحب کے اس طویل اقتباس کو نقل کرنے کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ آج کے دور میں معروضی حقائق کا صحیح اندازہ لگایا جائے۔ کسی بھی دور سے متعلقہ مسائل کو جب تک حل نہ کیا جائے تو کوئی چیز بھی نافذ نہیں ہو سکتی اس لئے وقت کا تقاضہ ہے کہ ہمارے دین کے ذمہ دار حضرات دین کی معاشی حیثیت کو نکھاریں۔ یہ دور چونکہ معاشیات کا دور ہے اس لئے جب تک معروضی نقطہ نگاہ سے معاشیات سے متعلقہ مباحث اس کے علمی و عملی اثرات و نتائج، اس سے پیدا ہونے والے بگاڑ کا صحیح تجزیہ نہیں کیا جائے گا اور پھر دین کے موضوعی اصولوں کو آج کے معروضی حقائق کے ساتھ ملا کر صحیح حل پیش نہیں کیا جائے گا اس وقت تک دنیا کے کروڑوں مسلمانوں کو سامراجی نظاموں سے نجات دلا کر دین اسلام کے عادلانہ نظام کا احیاء ناممکن ہے۔

۱۔ کلمات طیبات فکر اسلامی کی تشکیل جدید صفحہ ۱۵ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

محنت ۔ معاشیات کی اصطلاح میں

یوں تو دنیا کی ہر چیز حرکت و عمل میں مصروف ہے ' جیسے کہ گذشتہ بیان کی گئی گذارشات سے بخوبی واضح ہو گیا ہے ۔ لیکن جب یہی حرکت و عمل ایک خاص زاویہ نگاہ سے ہو تو معاشیات میں اس کو ایک اصطلاح کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے ۔ چنانچہ معاشیات میں ہر چیز کی ہر حرکت و عمل کا نام "محنت" نہیں 'بلکہ اس سے مراد "ہر انسان کا ہر وہ ذہنی یا جسمانی فعل ہے 'جس سے اشیائے صرف میں ایک خاص قسم کی افادیت پیدا ہو جائے اور جس سے اس کا ارادہ اجرت حاصل کرنا ہو" یعنی معاشیات کی رو سے "محنت کش" ہر اس انسان کو کہیں گے 'جو کہ "زمین" (Land) سے پیدا ہونے والے قدرتی مادہ میں عمل کر کے اس کو انسانوں کے لئے مفید مطلب بنا دیتا ہے ۔

محنت کی اس اصلاحی تعریف سے معلوم ہوتا ہے 'کہ انسان کی اجتماعی زندگی کے معاشی ڈھانچے (Structure) میں انسانی محنت 'بنیادی اور جوہری کردار ادا کرتی ہے ۔ اگر انسانی محنت نہ ہو تو پھر معاشیات کا سارا اسٹرکچر زمین بوس ہو جائے 'اس لئے کہ معاشیات کا ڈھانچہ (Structure) انسانی محنت کے گارے سے چنا ہوا ہے اور جب کسی معاشرے میں اس کی قدر و قیمت گر جائے تو وہ معاشرہ اپنا وجود کھو بیٹھتا ہے ۔

معاشی محنت ۔۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں

معاشیات کی نظر سے "محنت" کو دیکھنے کے بعد آیئے دیکھیں کہ دین فطرت نے محنت کو اپنے نظام میں کیا اہمیت دی ہے ۔ چنانچہ ہم سب سے پہلے قرآن کریم میں دیکھتے ہیں 'اس نے "معاشی محنت" کی اہمیت کو کس طرح بیان کیا ہے ۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں پر محنت کو واجب قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ۔

فاذا قضیت الصلوۃ فانتشر و فی الارض و ابتغوا من فضل اللہ (سورہ جمعہ)

پس جب نماز تمام ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ 'اور اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے رزق تلاش کرو ۔

اس آیت میں رزق کے لئے زمین میں پھیل جانے کا حکم دیا گیا' نیز تلاش اور سعی کا حکم ہے۔ دوسری جگہ امر کا صیغہ استعمال کیا ہے جو کہ عام طور پر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ گویا رزق کے حصول کے لئے محنت اور سعی ضروری ہے۔ اس کے بغیر "رزق حلال" کا حصول مشکل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ایک اور آیت میں واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ انسان کے لئے صرف وہی چیز ہے جو کہ اس نے اپنی سعی اور محنت سے کمائی۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

وان لیس الانسان الا ما سعی (سورہ نجم ۔ ۱۰)

(انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے محنت سے کمایا)

گویا انسانی سماج میں محنت ہی وہ اہم اور بنیادی چیز ہے کہ جس کے بدولت انسان اشیائے صرف کو اپنے زیر استعمال لاتا ہے۔

یہی وجہ کہ ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس مال سے خرچ کرو جو تم نے اپنے ہاتھوں سے محنت کر کے کمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

"یاایھا الذین امنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم و مما اخرجنا لکم من الارض" (سورہ البقرہ ایت ۲۶۷)

اے ایمان والو' اس پاکیزہ مال سے خرچ کرو جو تم نے محنت کر کے پیدا کیا۔۲ اور اس مال سے جو ہم نے قدرتی طور پر زمین سے تمہارے لئے پیدا کیا۔

اس آیت میں مسلمانوں کو حکم ہے کہ تم اپنی کمائی کا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں انسانی سماج کی خدمت کے لئے خرچ کرو۔ یہ انسان کی نفسیات میں سے ہے کہ جو چیز وہ محنت و مشقت سے حاصل کرے' اس کی محبت زیادہ ہوتی ہے اور جو چیز بغیر محنت کے مفت مل جائے اس کی قدر و اہمیت نہیں ہوتی۔ اس لئے اس آیت میں انسان کی اسی بیماری کا علاج بتایا گیا ہے

۱۔ یہ آیت "عبارۃ النص" کے اعتبار سے آخرت سے متعلق ہے لیکن اشارۃ النص کے طریق سے اس میں عموم پایا جاتا ہے۔ ۲۔ امام شاہ ولی اللہ دہلوی نے اس کا ترجمہ یوں کیا۔ خرچ کنید از پاکیزہ! آنچہ شما پیدا کردید (فتح الرحمٰن)

کہ مال کی محبت پیدا کر کے ' اس کو جمع نہ کرے بلکہ اپنی محنت کی کمائی کو اجتماعی سوسائٹی پر خرچ کرے - اس طرح محنت کی اہمیت کے بیان کے ساتھ مال کو جمع کرنے والی خصلت کو بھی ختم کیا جا رہا ہے -

سود کی حرمت کا اصل سبب -- محنت کا نہ ہونا

دین کے معاشی نظام میں محنت کی اسی اہمیت کے پیش نظر ' خدا تعالیٰ نے اس امت پر "سود" کو حرام قرار دیا - اس لئے کہ جس سوسائٹی میں سودی نظام رائج ہو جاتا ہے وہ سوسائٹی عیش پسندی ' اور آرام طلبی کی طرف مائل ہو جاتی ہے اور جب بغیر کام کے محض سرمایہ کے بل بوتے پر سودی "منافع" ملے ' تو بھلا کون آدمی "محنت" کرے گا؟ اسی لئے امام رازی رحمۃ اللہ "سود" کی حرمت کے وجہ بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں -

اللہ تعالیٰ انما حرم الربا من حیث انہ یمنع الناس عن الاشتغال بالمکاسب ' و ذلک لان صاحب الدرہم اذا تمکن بواسطۃ عقد الربا من تحصیل الدرہم الزائد ' نقدا کان او نسیئۃ ' و خف علیہ اکتساب وجہ المعیشۃ ' فلا یکاد یتحمل مشقۃ الکسب و التجارۃ و الصناعات الشاقۃ و ذلک یفضی الی انقطاع منافع الخلق و من المعلوم ان مصالح العالم لا تنتظم الا بالتجارات و الحرف و الصناعات و العمارات "[1]

اللہ تعالیٰ نے سود کو اسی وجہ سے حرام قرار دیا ہے کہ سودی کاروبار لوگوں کو محنت کے ذریعے مال کمانے سے روکتا ہے - اس لئے کہ جب سرمایہ دار ' سودی کاروبار کے نتیجہ میں " قدر زائد " نقد یا ادھار کی شکل میں حاصل کرنے لگ جائے تو محنت کے ذریعے مال کمانے کی اہمیت ' اس کے نزدیک کم ہو کر رہ جائے گی - پس وہ اتنی محنت و مشقت بھی برداشت نہیں کرے گا جو کہ اشیاء کی تیاری اور اس کی خرید و فروخت میں ضروری ہوتی ہے - اس طرح

---

[1] تفسیر الکبیر الامام رازی ص ۸۷ ج ۷ طبع دار الکتب العلمیہ طہران

یہ سلسلہ مخلوق کے تمام منافع کو ختم کر کے رکھ دے گا' حالانکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ دنیا جہان کی مصلحتیں تجارت 'صنعت اور شہروں کی آباد کاری میں مضمر ہیں "اور یہ چیزیں بغیر محنت کے وجود پذیر نہیں ہو سکتیں

سود کی حرمت کی یہی وجہ حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلوی نے بھی بیان فرمائی ہے اور محنت کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے - چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں -

" واذاجری الرسم باستمناء المال بھذا الوجہ 'افضی ترک الزراعات التی ھی اصول المکاسب ۔ ۲"

اور جب سودی کاروبار کے ذریعے مال بڑھانے کی رسم جاری ہو جائے تو لوگ کمانے کے بنیادی ذرائع یعنی زراعت اور صنعت میں محنت کر کے مال کمانا ترک کر دیں گے -

قرآنی آیت ربوا کی ان تشریحات سے معلوم ہوا کہ معاشرہ اور سماج کے لئے محنت کی بنیاد پر نظام کا قائم ہونا ضروری ہے - اگر کوئی فرد معاشرہ میں محنت کے بغیر محض سرمایہ کے بل بوتے پر سودی نظام قائم کرنے کی سعی کرتا ہے - تو وہ حقیقت میں محنت کی اہمیت کا انکار کرتا ہے اور لوگوں کے اجتماعی فوائد کو ختم کر دینا چاہتا ہے - ایسا فرد معاشرہ کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہا ہے - اس کو محنت کا عادی بنانا ازحد ضروری ہے - اور آج کے دور میں سودی نظام میں پلے ہوئے لوگ بغیر انقلاب کے "محنت" کے عادی نہیں ہو سکتے' اس لئے "فک کل نظام" کے اصول پر ان کے خلاف اقدام وقت کی اہم ترین ضرورت ہے -

معاشی محنت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

قرآن کریم راہنمائی کے لئے ایک نظریہ اور نصب العین فراہم کرتا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس نظریہ کے مطابق ایک عملی سیٹ اپ اور فریم ورک امت کو دیتے ہیں - جو قرآن نے "اسوہ حسنہ" سے تعبیر کیا ہے - جب قرآن نے "محنت" کو

۲- حجۃ اللہ البالغہ باب البیوع المنہی عنہا - ۱۳۶ ج ۲ قاہرہ مصر

معاشی نظام میں اتنی اہمیت دی ہے تو پھر نا ممکن ہے کہ حضرات انبیاء علیہ السلام کی زندگی میں ہمیں اس کی جھلک واضح طور پر نظر نہ آئے یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کرام نے اپنی زندگی میں معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے محنت اور مشقت برداشت کی ہے اور اس طرح خود اپنے ہاتھ سے 'حاصل کئے ہوئے "پاکیزہ رزق" کو اپنے تصرف میں لائے ہیں اور پھر اس میں کوئی عار بھی محسوس نہیں کی جس طرح آج کل ایک مخصوص طبقہ موجودہ سرمایہ دارانہ نظام میں اپنا رویہ بنائے ہوئے ہے۔(

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے 'معاشی نظام میں "محنت" کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے انبیاء کا طرز عمل بھی بتلا دیا ہے 'ارشاد فرماتے ہیں۔

"عن المقدام عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما اکل احد طعاما قط' خیرا من ان یا کل عمل یدہ وان نبی اللہ داؤد علیہ السلام کان یا کل من عمل یدہ" ۔ا

مقدام رضی اللہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی کھانا نہیں ہے 'اور حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام جو اللہ کے نبی تھے اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں گذشتہ انبیاء کے وہ تمام پیشے بیان کئے گئے ہیں 'جن میں یہ معزز ترین ہستیاں اپنے ہاتھ سے کام کر کے اپنی معاشی ضروریات پورا کیا کرتی تھیں۔

۲ "کان داؤد زرادا و کان ادم حراثا و کان نوح نجارا' و کان ادریس خیاطا' و کان موسی راعیا۔" ۔ا

"داؤد علیہ السلام زرہ بناتے تھے اور آدم علیہ السلام "کاشتکاری کا کام کرتے تھے اور نوح علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے 'اور ادریس علیہ السلام درزی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ

۔ا اخرجہ البخاری 'ابواب البیوع ۔ج ۔ا ۔ ۲۷۸ ۔ا فتح الباری کتاب البیوع ۔ج ۔ا ۔ ۲۷۸

۔۲ ویسے تو "کمی" کا معنی کام کرنے والا ہے اور یہ اسی سے ماخوذ بھی ہے لیکن ہمارے سماج کے مقتدر طبقات میں اس کا "مفہوم کمینہ" اور ذلیل کے معنی میں سمجھا جاتا ہے 'گویا ان کے نزدیک اپنے ہاتھ سے کام کر کے کمانے والا کمینہ اور ذلیل آدمی ہوا 'افسوس صد افسوس ۔ آزاد

السلام مویشی چراتے تھے۔"

آج کے دور اور حالات میں یہ حدیث انتہائی قابل غور ہے 'ہمارا معاشرہ اس طرح کے کام کرنے والے محنت کش لوگوں کو ذلیل سمجھتا ہے اور انہیں "کمی۔۲" کہا جاتا ہے یہ سارا اثر اس جاگیر دارانہ 'سرمایہ دارانہ نظام کے جبر کا ہے 'جس میں ہم جکڑے ہوئے ہیں ' ورنہ ایک حقیقی مسلمان ان تمام پیشوں کو سنت انبیاء کرام سمجھ کر کبھی ذلیل نہ سمجھتا۔

افسوس تو اس بات پر ہے کہ انگریز سامراج کو ہمارے ملک سے گئے ہوئے ایک عرصہ گزر چکا ہے لیکن آج بھی ہمارے پٹوار خانے کے رجسٹروں میں یہ تمام پیشے "کمی" شمار کئے جاتے ہیں اور پھر طرفہ تماشہ یہ کہ دیہات کی مسجد کا امام بھی ان کمیوں میں شامل ہے 'بلکہ اس کا اندراج رجسٹر میں کمیوں کے بھی نچلے درجے میں ہوتا ہے۔

گزشتہ انبیاء کے علاوہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی معاشی ضروریات اور احتیاجات کے لئے محنت و مشقت فرمائی اور اس سے اپنی ضروریات کو پورا فرمایا چنانچہ امام بخاری نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل کیا ہے۔

۳ "عن ابی ہریرہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مابعث اللہ نبیا الا راعی الغنم ' فقال اصحابہ و انت ' فقال نعم کنت ارعاھا علی قراریط لاھل مکہ۔ ۳

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا مبعوث نہیں کیا۔ جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہ کرام نے دریافت کیا 'کیا آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میں نے بھی اہل مکہ کی بکریاں چند ٹکوں کے عوض چرائی ہیں۔

آج جس معاشرہ کے افراد چرواہے کو حقیر نظروں سے دیکھتے ہیں اور محنت کش کی زندگی کا مذاق اڑاتے ہیں 'وہ اس حدیث کی روشنی میں اپنے طرز عمل کا اندازہ لگالیں۔

۳۔ اخرجہ البخاری۔ج۔۱۔۳۰۱ ابواب الاجارات مطبوعہ

۱۔ المبسوط سرخسی۔ج۔۲۔۲۲ بحوالہ اقتصادی نظام سیوہاروی

۲۔ اخرجہ الھیثمی فی مجمع الزوائد جلد نمبر ۴ کتاب الکسب والتجارہ

ایک اور حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں وارد ہے۔

۴ "وازرع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالجرف"۔[۱]

جرف مقام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کاشت کی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ وسلم نے کسانوں کی طرح محنت کر کے خود کاشت کاری کی ہے۔ محنت کے ذریعے معاشی ضروریات کو پورا کرنے کی یہی اہمیت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ایک اور انداز سے بھی اس کی ترغیب دی ہے فرماتے ہیں۔

۵ "عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ' ان من الذنوب ذنوبھالا تکفرھا الصلوہ ولا الصیام ولا الحج ولا العمرہ ' قالو فما یکفرھایارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الھم فی طلب المعشیتہ"۔[۲]

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یقیناً گناہوں میں بعض گناہ ایسے ہیں جن کی بخشش نہ نماز سے نہ روزہ سے 'نہ حج سے اور نہ عمرہ سے 'ہوتی ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول پھر انہیں کونسا عمل بخشواتا ہے آپ نے فرمایا رزق کی تلاش میں غم اور فکر کرنا۔

اس حدیث میں جہاں معیشت کے لئے جدوجہد اور محنت کی ترغیب ہے وہاں یہ حدیث ان لوگوں کے لئے تازیانہ عبرت بھی ہے جنہوں نے دین کو صرف عبادات تک محدود کر رکھا ہے اور گناہوں کا کفارہ انہیں کو سمجھا جاتا ہے 'حالانکہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کے بعض گناہ طرز معیشت کی محنت سے متعلق ہیں۔ اگر یہ محنت صحیح نہ ہوئی تو وہ گناہ جو دراصل سوسائٹی سے متعلقہ ہونے کی وجہ سے بڑے عظیم گناہ ہیں اسی وقت معاف ہو سکتے ہیں 'جب کہ "طلب معیشت" کے لئے صحیح نظام کی فکر انسان پر سوار ہو جائے لیکن آج کے آرام پرست اور عیش پسندی کے دور میں "محنت" کو ایک عیب سمجھا جاتا ہے اور یہ نتیجہ ہے اس سرمایہ پرستی کا جو سرمایہ دارانہ نظام کے تحت خوب برگ و بار لاتی ہے 'یہی وجہ ہے کہ موجودہ نظام میں ہر آدمی محض سرمایہ کا بندہ ہو کر رہ گیا ہے۔ محنت

سے جی چرانا اس کا وطیرہ بن چکا ہے اور پھر محنت کش لوگ خواہ وہ کسان ہو یا مزدور ان کو انتہائی حقیر نظروں سے دیکھنے کی عادت بھی اس بے ڈھنگے معاشرہ میں پیدا ہو چکی ہے حالانکہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ تمام انبیاء کرام "محنت کش" تھے اور انہوں نے کوئی نہ کوئی پیشہ اختیار کر کے اپنی معاشی احتیاجات و ضروریات کو پورا کیا یہی نہیں بلکہ خود کما کر لوگوں میں تقسیم کیا، سوسائٹی کا خیال رکھا اور اسے ترقی دے کر بام عروج پر پہنچایا۔

معاشی محنت اور صحابہ کرام کا عمل

اسی طرح حضرات انبیاء کرام کے بعد حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی محنت اور مشقت کی زندگی اختیار کی۔ آرام طلبی اور عیش کوشی میں نہیں پڑے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صحابہ کرام کی زندگی کا نقشہ ان الفاظ کے ساتھ کھینچتی ہیں۔

"قالت عائشہ' کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم عمال انفسھم فکان یکون لھم ارواح' فقیل الھم لو اغسلتم"۔ [1]

حضرت عائشہ فرماتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام 'محنت' مشقت کا کام خود کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے پسینہ آکر جسم میں بدبو پیدا ہو جاتی تھی۔ اسی لئے انہیں کہا گیا کہ اجتماع کے موقع پر مثلاً (جمعہ کے دن) غسل کر کے آیا کرو۔

اسی طرح امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک اور حدیث حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ اول کس طرح نپی معاشی ضروریات کے لئے محنت و مشقت کا کام کرتے تھے۔

"ان عائشہ قالت لما استخلت ابوبکر ناالصدیق قال' لقد علم قومی ان حرفتی لمہ تکن تعجز عن یونتہ اھلی و شغلت بامر المسلمین فیسا کل ال ابی بکر من

---

[1] باب کسب الرجل و عملہ بیدہ' رواہ البخاری۔ ج۔۱۔ ۲۷۸ مطبوعہ کراچی

[2] ایضاً باب کسب الرجل و عملہ بیدہ رواہ البخاری۔ ج۔۱۔ ۲۷۸ مطبوعہ کراچی۔

ھذا المال یحترف للمسلمین فیہ۔۱

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ جب ابوبکر خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے خطبہ میں ارشاد فرمایا' میری قوم یہ بات بخوبی جانتی ہے کہ میرا پیشہ میرے اہل و عیال کی کفالت بخوبی کر سکتا ہے مگر اب میں مسلمانوں کے معاملات (خلافت میں) مشغول کر دیا گیا ہوں' لہذا اب ابوبکر کے اہل و عیال کی قوت لایموت بیت المال سے ملے گی' اور ابوبکر مسلمانوں کی خدمت کا پیشہ کرے گا۔

اس حدیث سے' حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ اول کا جو طرز عمل معلوم ہوتا ہے' وہ یہ ہے کہ معاشی ضروریات اور احتیاجات کے لئے محنت بنیادی عمل ہے خواہ ہاتھ کے ساتھ عمل کر کے کوئی پیشہ اختیار کیا جائے یا دماغی اور ذہنی محنت و مشقت کر کے وسائل رزق حاصل کئے جائیں۔

محنت کش دین کی نظر میں

پچھلی گذارشات سے یہ بخوبی واضح ہو گیا ہے کہ دین کے معاشی نظام میں "محنت" کو بہت بڑا مقام حاصل ہے' محنت کے بغیر معیشت کا پہیہ جام ہو کر رہ جاتا ہے۔ اب جو طاقت محنت و مشقت کر کے معیشت کے پہیہ کو رواں دواں رکھتی ہے' اس کی اہمیت کے متعلق دینی نقطہ نگاہ جان لینا بھی فائدہ سے خالی نہیں۔ ویسے بھی محنت کا وجود محنت کش کے بغیر ناممکن ہے لہذا اس کی اہمیت اس سے بھی دوچند ہو جاتی ہے اور یوں محنت کش کا وجود معاشرے اور سوسائٹی کے لئے ضروری قرار پاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت کش کی اہمیت کو یوں اجاگر فرمایا ہے۔

' اعطوا الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ۔۲

مزدور اور محنت کش کی مزدوری اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دو۔

۲۔ رواہ ابن ماجہ مشکوٰۃ ج ۱۔ ۲۵۸ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۔ الترغیب للاداریہ مطبوعہ مصر

جو معاشرہ اور سوسائٹی محنت کش مزدور کسان کی مزدوری پوری نہ ادا کرے اور اس کی محنت کا استحصال کرے ' اسے اس حدیث کے آئینہ میں اپنی شکل ضرور دیکھنی چاہئے ایک طرف تو مسلمانی کا دعویٰ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ اور دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کو پس پشت ڈال کر محنت کش کی محنت کا استحصال کیا جائے -

ایک اور حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے =

" الکاسب حبیب اللہ "

محنت کش اللہ تعالیٰ کا دوست ہے -

جو انسان اللہ تعالیٰ کا دوست ہو ہم اسے دھتکاریں ' اور معاشرہ میں اسے باعزت مقام نہ دیں ' ایسا معاشرہ کسی طور پر بھی دینی یا اسلامی معاشرہ نہیں کہلا سکتا ' ایسے معاشرہ کو تہ و بالا کرنا از حد ضروری ہے تاکہ صحیح اور عادلانہ سوسائٹی قائم کی جا سکے - ' جو خدا تعالیٰ کے " حبیب " کو ایک باعزت مقام دلا کر خدا کے غیظ و غضب سے اپنے کو محفوظ رکھ سکے -

خدا تعالیٰ تین طرح کے انسانوں کا دشمن ہے اور جس کی تفصیل بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ایک روایت میں بیان کی گئی ہے (حدیث قدسی ہے)

" قال اللہ تعالی ' ثلثۃ انا خصمھم یوم القیامۃ رجل اعاز دبی ' ثم غدر ورجل باع حرا فاکل ثمنہ ورجل استاجر اجیرا فاستوفی منہ ' ولم یعطہ اجرہ ۔ ۲ "

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ' قیامت کے دن میں تین آدمیوں کا دشمن ہوں گا - (۱) پہلا وہ آدمی جس نے میرے نام پر کسی سے عہد کیا اور پھر اسے توڑ دیا (۲) دوسرا وہ آدمی جو کسی آزاد آدمی کو فروخت کر کے رقم کھا گیا -- (۳) تیسرا آدمی جس نے مزدور رکھا اور اس سے پورا کام کروایا لیکن اسے اجرت نہ دی "

اس حدیث کا تعلق جس طرح تین قسم کے افراد انسانی کے ساتھ ہے اسی طرح ان تین ظالم اقوام سے بھی ہے جو ایسا ہی کردار ادا کریں - چنانچہ اگر کوئی سامراجی قوم توسیع

۲- رواہ البخاری از مشکوٰۃ - ج - ۲۵۸ مطبوعہ مجتبائی دہلی -

پسندی کے مہلک مرض میں مبتلا ہو کر آزاد قوموں کو غلام بنا کر فروخت کرنے کی عادی ہو اور اس رقم سے اپنی خوشحالی اور ترقی کا ڈھنڈورا پیٹے تو ایسی قوم کا دشمن خدا تعالیٰ اور وہ خدا تعالیٰ کی دشمن ہے۔

اسی طرح کوئی سامراجی نظام ' کسی محنت کش قوم کی محنت کا استحصال کرے۔ اس کی محنت سے پیدا شدہ خام مال سستے داموں خرید لے اور پھر انتہائی مہنگے داموں ' اسی کو فروخت کر دے اور قرضوں کے جال میں جکڑ کر اس کی معیشت کو تباہ و برباد کر ڈالے۔ ایسی قوم بھی خدا کے عتاب کا نشانہ بنے بغیر نہیں رہ سکتی ' ایسی خدا دشمن قوم کے خلاف جدوجہد کرنا اور ایسے نظام کو توڑنا جو محنت کا استحصال کرے بالکل جائز اور خدا کی رضا کا موجب ہے۔

پ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشکیل کردہ سوسائٹی میں محنت کی قدر و منزلت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشکیل کردہ سوسائٹی میں "محنت" کی قدر و منزلت

محنت کے بغیر قائم شدہ معاشرہ چونکہ انسانیت کے لئے ننگ و ذلت کا باعث ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے معاشرہ کے خلاف انقلاب برپا کر کے محنت کی بنیاد پر جو معاشرہ اور سماج تشکیل دیا تھا اس کی کیفیت یہ تھی کہ جو انسان کوئی پیشہ اختیار کر کے محنت و مشقت نہیں کرتا تھا ' صحابہ کرام اور خلافت و حکومت کے نزدیک ایسے انسان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی تھی۔ خواہ اپنی ذات میں وہ کتنی ہی قدر و منزلت کیوں نہ رکھتا ہو چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ثانی کے اس طرز عمل سے اس دور کے رویہ کی پوری عکاسی ہوتی ہے۔

" کان عمر رضی اللہ عنہ اذا نظر الی ذی سیما ' یسال الہ حرفۃ فاذا قیل لا۔ سقط من عینہ ۱ "

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عموماً جب کسی ذی وجاہت آدمی کو دیکھتے تو سوال کرتے کیا یہ کوئی پیشہ اختیار کئے ہوئے ہے؟ جب کہا جاتا کہ نہیں تو ایسا آدمی آپ کی نظروں سے گر جاتا۔

اور جب خلیفہ وقت کی نگاہ سے کوئی آدمی گر جائے بھلا اس کو باقی سوسائٹی کیسے عزت و

---

۱ الذریعہ الی مکارم الشریعہ ' الباب الخامس وجوب التکسب ص ۲۰۰ مطبوعہ مصر

شرف دے سکتی ہے۔

آج ہمارے ہاں معاملہ الٹ ہے' جو کوئی محنت نہ کرے محض سرمایہ کے بل بوتے پر لوگوں کا استحصال کرے۔ اچھا لباس وغیرہ پہن کر کاروں میں سیر سپاٹے کرتا پھرے وہ ہمارے معاشرہ میں اہم مقام رکھتا ہے لیکن جو بیچارا اپنی عزت کو بچاتے ہوئے معاشرہ میں محنت و مشقت کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالے وہ "کمی" ہے مزدور اور کسان ہے' یا کوئی حقیر چیز ہے' جس کی معاشرے میں کوئی اہمیت اور قدر نہیں ہے۔

خدا کا خوف کھایئے معاشرے کی کس قدر کلیہ پلٹ گئی کہ دین کے عروج کے دور میں جس کی قدر و منزلت تھی وہ ذلیل اور جس کی کی ثانوی حیثیت تھی وہ معاشرہ میں معزز ترین فرد! کیا ایسا معاشرہ انقلاب کے بغیر رہ سکتا ہے' نہیں ہرگز نہیں بلکہ ایسے معاشرہ کے خلاف اقدام کرنا اور اسے خلافت راشدہ کے منہاج پر لانا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

معاشی محنت۔۔۔ فقہا اور علماء کی نظر میں

قرآن کریم اسوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی زندگی کے نقشے سے "محنت" کا تصور جس طرح نکھر کر سامنے آتا ہے اس کا نتیجہ ہے کہ "محنت" کا اثر ہمیں فقہائے امت اور علمائے حق ۔۔۔۔۔ جو کہ اس دین کے وارث ہیں کی زندگیوں میں بھی نظر آتا ہے۔ کتنے ہی فقہاء و علماء ہیں جنہوں نے محنت کشی کی زندگی گزاری ہے اور دین کی خدمت سرانجام دی ہے' ایسے محنت کش علماء کی ایک طویل فہرست ہے جنہوں نے "محنت" کی عظمت کو چار چاند لگائے' اور اس پیشہ کی نسبت سے ان کا جو نام مشہور ہو گیا اس پر کبھی انہوں نے عار محسوس نہیں کی۔ گنتی کے چند علماء کا تذکرہ آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے تاکہ اندازہ ہو سکے کہ محنت کی عظمت کو ان حضرات نے کس نظر سے دیکھا ہے۔

فقہ کے علم سے ذرا بھی مس رکھنے والا کون سا آدمی ایسا ہے جو امام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص کے نام سے ناواقف ہو۔ حضرت موصوف بہت بڑے امام وقت تھے۔ آپ پیشے کے اعتبار سے "الجصاص" یعنی چونہ فروش کہلاتے تھے اور پھر امام خصاف کا

حوالہ تو ہماری فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ میں بار بار آتا ہے امام احمد بن عمر جن کی شہرت الخصاف یعنی "موچی" کی حیثیت سے تھی آپ جوتے سازی کا کام کرتے تھے۔ اور مختصر القدوری کے مصنف امام احمد بن محمد القدوری کے نام سے تو مدارس اور سکول کے طلبہ بخوبی واقف ہیں۔ آپ کی شہرت "قدوری" یعنی ہنڈیا "فروش" کے نام سے تھی۔ چند علماء کے نام اور پیشے درج ذیل ہیں۔

(۱) احمد بن اسحاق "الصفار" یعنی پیتل کے برتن فروخت کرنے والا۔
(۲) احمد بن علی الترمذی "الوراق" کاغذ فروش۔
(۳) ایوب بن ابی بکر "النحاس" تانبے کا کام کرنے والے۔
(۴) ابو علی "الدقاق" آٹا پیس کر فروخت کرنے والے۔
(۵) محمد بن محمد ابو طاہر "الدباس" شیرہ بنانے والے اور شہد اور شیرہ فروخت کرنے والے۔
(۶) محمد بن ابی القاسم المعروف "بابقالی" بقال' سبزی فروش۔
(۷) محمد بن عبد اللہ الصائغی 'یعنی سنار' زرگر'
(۸) محمد بن ابی بکر المعروف بخمیر "الوبری" اون کا کاروبار کرنے والے۔
(۹) احمد بن محمود "الحصیری" چٹائی بنا کر فروخت کرنے والے۔
(۱۰) احمد بن محمود نور الدین "الصابونی" صابن بنا کر فروخت کرنے والے۔
(۱۱) محمد بن احمد المعروف "بالزعفرانی" زعفران فروش
(۱۲) شمس الائمہ الحلوائی 'حلوا فروش[1]

یہ صرف چند علماء کی فہرست ہے جنہوں نے اپنی زندگی میں معاش "محنت" میں کوئی عار محسوس نہ کی ورنہ ایسے محنت کش حضرات علماء و فقہا کی ایک طویل فہرست ہے جو انساب کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی "پیشہ" ضرور اختیار کیا اور تو اور فقہ کے امام اعظم امام

[1] تفصیلات کے لئے الفوائد البہیہ اور کتاب الانساب لسمعانی کا مطالعہ کریں۔ (آزاد)

[2] الذریعہ الی مکارم الشریعہ ۔ ۲۰۱ مطبوعہ مصر

ابو حنیفہ جو سب اماموں کے امام ہیں وہ بھی بزاز تھے یعنی کپڑا فروش آپ کا کپڑے کا وسیع کاروبار تھا۔

معاشی محنت عقل کی نظر میں

گزشتہ سطور میں محنت کی اہمیت دین کی روشنی میں بیان کر دی گئی ہے اب اگر محض عقلی طور پر بھی دیکھا جائے تو واضح ہو گا کہ محنت کے بغیر انسان بے کار محض ہو جاتا ہے اس لئے رزق کے حصول کے لئے جدوجہد کرنا ازبس ضروری ہے ورنہ محنت کے بغیر زندگی گذارنے والا انسان معاشرہ پر بہت بڑا بوجھ ہے۔ جس کو ہر فرد نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے علماء نے ہمیشہ "محنت" کو انسان کا لازمہ قرار دیا' اور جس نے محنت ترک کی اس کو ملامت کی۔ چنانچہ علامہ راغب اصفہانی اپنی مشہور کتاب الذریعہ الی مکارم الشریعہ میں "محنت" کی اہمیت کو یوں ذہن نشین کراتے ہیں۔۔

" ولما جعل اللہ تعالیٰ للحیوان قوۃ التحرک لم یجعل لہ رزقا الا بسعی ماسنہ ولا تتعطل فائدہ ماجعل بقوۃ التحرک ۔ا "

اور جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو قوت عملیہ عطا فرمائی تو رزق کے حصول کے لئے سعی و محنت بھی ضروری قرار دے دی۔ تاکہ قوت عملیہ کا فائدہ بے کار اور ضائع نہ چلا جائے۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے انسان پر یہ واجب ہے کہ وہ رزق کے حصول کے لئے محنت کرے اور اگر انسان واقعی انسانیت کے درجے پر رہنا چاہتا ہے تو "محنت" میں سستی اور کوتاہی نہ کرے۔ چنانچہ موصوف نے ایک مستقل باب "فی مدح السعی وذم الکسل "یعنی محنت کے مدح اور بے عملی کی مذمت کے عنوان سے قائم فرمایا ہے اس میں لکھتے ہیں۔

" من تعطل و تبطل انسلخ من الانسانیۃ ' بل من الحیوانیۃ وصار من جنس الموتی " ۱۔

جس نے محنت چھوڑ دی اور بے کار رہنے لگا وہ انسانیت کے مرتبہ سے نکل گیا بلکہ حیوانیت کے درجہ سے بھی گر گیا اور مردوں کی فہرست میں داخل ہو گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حقیقی طور پر انسان صرف اور صرف وہی ہے جو معاشرہ میں رہ کر "محنت" کر کے سوسائٹی کو فائدہ پہنچائے اور جو آدمی محنت کے بغیر سرمایہ پرستی کی لعنت میں جکڑا رہے اور سرمایہ پر سود کو منافع کے نام سے اڑا کر یہ سمجھتا ہے کہ وہ بھی انسان ہے وہ انتہائی غلطی پر ہے وہ انسان نہیں حیوان ہے بلکہ بے حس مردہ ہے۔

لہٰذا وقت کی پکار یہی ہے ایسے سرمایہ پرست مردوں کی سڑانڈ سے معاشرے کو پاک کیا جائے اس لئے کہ مردہ جب سڑتا ہے تو بدبو پیدا کرتا ہے جس سے انسانوں کے دماغ پھٹنے کے قریب ہو جاتے ہیں آج وہی نقشہ ہے کہ معاشرے کے یہ ناسور (جو مردے ہیں) معاشرے میں سڑانڈ پیدا کر رہے ہیں انہیں جلد اٹھا کر دفن کر دیا جائے تاکہ انسانیت امن و سکون کا سانس لے سکے۔

خلاصہ کلام

گذشتہ تمام گزارشات سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ دین کے معاشی نظام میں اصل اور بنیادی حیثیت محنت اور "فقط محنت" کو حاصل ہے انبیاء کرام، صحابہ کرام، فقہا، علماء اور اولیاء کرام کے اقوال اور ان کے طرز عمل سے یہ حقیقت مزید نکھر کر سامنے آجاتی ہے لہٰذا آج کے دور میں یہ انتہائی ضروری ہے کہ ان حضرات کے اسوہ حسنہ کو سامنے رکھتے ہوئے محنت اور محنت کش کی عظمت کو معاشرہ میں اجاگر کیا جائے اس کو وہی مقام دیا جائے جو خیر القرون میں اسے حاصل تھا اس کے لئے ضروری ہے کہ "محنت" کی بنیاد پر دین کا پورا معاشی نظام تشکیل دیا جائے اس لئے مکمل نظام کے بغیر کوئی اصول اپنی قدر قیمت نہیں منوا سکتا۔

محنت کی بنیاد پر نظام کا خاکہ

محنت کی بنیاد پر نظام تشکیل دینے کے لئے بنیادی خاکہ، امام شاہ ولی اللہ دہلوی کے بیان کردہ اقتصادی اصولوں میں ہمیں ملتا ہے یہ اصول حضرت مولانا محمد میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت شاہ صاحب کی کتابوں سے اخذ کر کے ترتیب دیئے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

اقتصادی اصول

(۱) دولت کی اصل بنیاد محنت ہے اور مزدور اور کاشت کار قوت کاسبہ ہیں باہمی تعاون مدنیت "شہریت" کی روح رواں ہے جب تک کوئی شخص ملک اور قوم کے لئے کام نہ کرے ملک کی دولت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔

(۲) جوا، سٹہ اور عیاشی کے اڈے ختم کیے جائیں جن کی موجودگی میں تقسیم دولت کا صحیح نظام قائم نہیں ہو سکتا اور بجائے اس کے قوم اور ملک کی دولت میں اضافہ ہو۔ دولت بہت سی جیبوں سے نکل کر ایک سمت آتی ہے

(۳) مزدور کاشت کار اور جو لوگ ملک اور قوم کے لئے دماغی کام کریں دولت کے اصل مستحق ہیں ان کی ترقی اور خوشحالی ملک اور قوم کی ترقی اور خوشحالی ہے جو نظام ان قوتوں کو دبائے وہ ملک کے لئے خطرہ ہے اس کو ختم ہونا چاہئے۔

(۴) جو سماج محنت کی صحیح قیمت ادا نہ کرے مزدوروں اور کاشت کاروں پر بھاری ٹیکس لگائے، قوم کا دشمن ہے اس کو ختم ہونا چاہئے۔

(۵) ضرورت مند مزدور کی رضامندی قابل اعتبار نہیں، جب تک اس کی محنت کی وہ قیمت ادا نہ کی جائے جو امداد باہمی کے اصول پر لازم ہوتی ہے۔

(۶) جو پیداوار اور آمدنی تعاون باہمی کے اصول پر نہ ہو وہ خلاف قانون ہے۔

(۷) کام کے اوقات محدود کئے جائیں مزدوروں کو اتنا وقت ضرور ملنا چاہئے کہ وہ اخلاقی اور روحانی اصلاح کر سکیں' اور ان کے اندر مستقبل کے متعلق غور و فکر کی صلاحیت پیدا ہو سکے۔

(۸) تعاون باہمی کا بہت بڑا ذریعہ تجارت ہے' لہٰذا اس کو تعاون کے اصول پر ہی جاری رہنا چاہئے پس جس طرح تاجروں کے لئے جائز نہیں کہ وہ بلیک مارکیٹ یا غلط کمپی ٹیشن سے روح تعاون کو نقصان پہنچائیں ایسے ہی حکومت کے لئے درست نہیں کہ بھاری ٹیکس لگا کر تجارت کے فروغ اور ترقی میں رکاوٹ پیدا کرے۔ یا رخنہ ڈالے۔

(۹) وہ کاروبار جو دولت کی گردش کو کسی خاص طبقہ میں منحصر کر دے ملک کے لئے تباہ کن ہے۔

(۱۰) وہ شاہانہ نظام زندگی جس میں چند اشخاص یا چند خاندانوں کے عیش و عشرت کے سبب سے دولت کی صحیح تقسیم میں خلل واقع ہو اس کا مستحق ہے کہ اس کو جلد از جلد ختم کر کے عوام کی مصیبت ختم کی جائے اور ان کو مساویانہ نظام زندگی کا موقع دیا جائے۔ (تکملہ عشرہ کاملہ)

یہ وہ راہنماء اقتصادی اساسی اصول ہیں کہ جن پر اگر صحیح طریقہ سے عمل کر کے نظام کی تشکیل کی جائے تو ایک ایسا معاشرہ قائم ہو سکتا ہے جس میں ہر انسان کی بنیادی ضروریات پوری ہوں اس کی محنت کا استحصال ہونے کے بجائے اس کا پورا پورا حق ادا ہو سکے محنت کش کی محنت کی پوری قیمت اس کا پسینہ خشک ہونے سے قبل ادا ہو جائے محنت کش کو معاشرے میں باعزت مقام مل جائے' اور اس طرح ایک ایسی سوسائٹی قائم ہو جائے جس میں تمام لوگ امن و سکون کی زندگی بسر کر سکیں اور اپنی دنیاوی زندگی سے مطمئن اور آسودہ حال ہونے کے بعد زیادہ سے زیادہ اخلاق اور روحانی ترقی میں مہمنک ہو جائیں۔

لیکن ایسے نظام کے قیام سے قبل موجودہ سرمایہ دارانہ سامراجی استحصالی نظام کا خاتمہ از حد ضروری ہے اس لئے کہ یہ وہ نظام ہے جس میں محنت کش کا انتہائی بے دردی سے استحصال کیا جاتا ہے سارا سارا دن محنت کرنے کے بعد اسے اتنی روزی نہیں ملتی کہ وہ اپنا

اور اپنے بچوں کا پیٹ باعزت طریقے سے پال سکے۔ اس نظام پر جیسے دن گزرتے جاتے ہیں غریب ' غریب سے غریب تر اور امیر ' امیر سے امیر تر ہوتا جاتا ہے یہ طبقاتی نظام جس میں اسی نوے فیصد افراد کے استحصال پر مبنی معاشرے میں دس بیس فیصدی افراد عیاشی کرتے ہیں اور محنت کش کو مزید پیس کر رکھ دیتے ہیں اس قابل نہیں کہ اس کو برقرار رکھا جائے۔ اس کا خاتمہ کروڑوں انسانوں کے امن و سکون کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

آخری گذارش

○ اگر محنت کو خلافت راشدہ کے دور کی طرح عزت و عظمت دینی ہے تو پھر بغیر محنت کے کھانے والوں کے خلاف تبدیلی ضروری ہے۔

○ اگر محنت کش کو معاشرہ میں عزت دلانی ہے تو طبقاتی نظام قائم کرنے والوں کے خلاف اقدام وقت کی پکار ہے۔

○ اگر واقعی مزدور کو اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری دلوانی ہے تو تبدیلی وقت کی اہم ضرورت ہے۔۔

اس ہمہ گیر اور ہمہ جہتی تبدیلی کے لئے بھی ایک "محنت" کی ضرورت ہے اور وہ یہ کہ ملک کے باشعور اور پڑھے لکھے نوجوان ' پوری طرح منظم ہوں اپنے فکر و شعور کی روشنی میں آج کے مسائل کا صحیح تجزیہ کریں اور پھر ایک منظم جدوجہد کے ذریعہ مزید افراد کی تربیت کریں تاکہ موجودہ نظام کے خلاف جدوجہد کر کے "علی منہاج النبوت" ایک ایسا نظام تشکیل دیا جائے جس میں انسان کی جسمانی اور معاشی ترقی کے ساتھ اس کی اخلاقی اور روحانی ترقی کا سامان بھی موجود ہو

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

۵۶ میکلوڈ روڈ لاہور۔۶